کوہستان سیاہ کے مجاہدین

(تاریخ کا ایک گمشدہ باب)

(۲)

کیپٹن محمد حامد

کوہستان سیاہ

اس کی مغربی جانب چاغرزئی، اکازئی اور حسن زئی آباد ہیں اور چٹابٹ کے شمال کی جانب پر یاری سید رہتے ہیں۔ یہ سب یوسف زئی پٹھان ہیں۔ چاغرزئی کا تعلق مالی زئی شاخ سے ہے اور اکازئی اور حسن زئی کا تعلق عیسیٰ زئی شاخ سے ہے۔ چاغر زئی اور حسن زئی دریا کے دونوں طرف آباد ہیں۔

پندرھویں اور سولھویں صدی میں جب مغل وسط ایشیا میں حکمران تھے یوسف زئی پٹھانوں کو الغ بیک کے حکم سے کابل سے نکال دیا گیا تھا۔ الغ بیک تیمور کا پوتا اور بابر کا چچا تھا۔ یہ پشاور کے میدانی علاقے میں آکر آباد ہوگئے۔ اور یہاں سے فتوحات کے ذریعے پشاور اور سوات کے علاقوں تک پھیل گئے۔ ان میں سے کچھ کوہستان سیاہ کے علاقوں تک آپہنچے اور آج تک یہاں آباد ہیں۔ کوہستان سیاہ کے یوسف زئیوں میں بھی پٹھانوں کی تمام تر خصوصیات موجود ہیں۔ یہ پشتو بولتے ہیں۔ ان میں چاغر زئی نسبتاً زیادہ دلیر اور جنگجو ہیں۔ ان میں مذہبی طور پر دو خاندانوں کو بالادستی حاصل ہے۔ ایک اخوند خیل اور دوسرا پریاری سید جن کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ پریاری سیدوں کے علاقے میں تمام زمین شروع میں ان ہی کی ملکیت میں تھی۔ ملک اور نمبر دار بھی انہیں میں سے لئے جاتے ہیں اور عام لوگوں پر ان کا اثر و رسوخ ابھی تک قائم ہے۔

بالائی سندھ کے علاقے میں جنگی خیل، چکیسر اور ماخوزئی قبائل آباد ہیں ۔ یہ بھی یوسف زئی ہیں ۔ یوسف زئی قبائل میدان جنگ میں چودہ ہزار مسلح افراد لا سکتے تھے ۔

جدو جہد آزادی

علاقہ کوہستان

لولوسر جھیل وادی کاغان سے تقریباً ۶۰ میل اوپر واقع ہے ۔ اس علاقے کی سب سے خوبصورت جھیل ہونے کے باوجود دور ہونے کی وجہ سے سیاحوں کی توجہ کا باعث نہیں بنتی ۔ کچھ لوگ اسے سیف الملوک سے بھی زیادہ خوبصورت قرار دیتے ہیں ۔ لیکن ہمیں اس کی تاریخی حیثیت سے غرض ہے ۔ یہ وہ جھیل ہے جو ۱۸۵۷ء میں جنگ آزادی کے مجاہدین کی شہادت گاہ بنی ۔ اس واقعہ کا علم بہت کم لوگوں کو ہوگا کہ جہاں ۱۸۵۷ء میں دہلی اور اس کے گردونواح میں آزادی کی جنگ لڑی جا رہی تھی وہاں ہوتی مردان میں مقیم ۵۵ نیٹو رجمنٹ کے مسلمان سپاہیوں نے بھی آزادی کا علم بلند کرتے ہوئے انگریزوں سے بغاوت کر دی تھی ۔ لیکن چونکہ انہوں نے کسی منصوبے کے تحت قدم نہیں اٹھایا تھا اس لئے انہیں فوجی اعتبار سے کوئی خاص کامیابی نصیب نہیں ہوئی ۔ یہ الگ بات ہے کہ بقول اصغر ۔

سارا حصول عشق کی ناکامیوں میں ہے
جو عمر رائیگاں ہے وہی رائیگاں نہیں

۵۵ نیٹو رجمنٹ کے جیالے مجاہد ۱۸۶۳ء کی جنگ امبیلا میں مجاہدین کے دوش بدوش لڑے اور ان میں سے اکثر نے جام شہادت نوش کیا ۔ ہوتی مردان سے علم آزادی بلند کرتے ہوئے انہوں نے سوات سے ہوتے ہوئے کشمیر پہنچنے کا فیصلہ کر لیا تھا ۔ ان میں سے کچھ سوات اور اس کے ملحقہ علاقوں میں مجاہدین کے لشکر میں شامل ہوگئے تھے جبکہ باقی ماندہ نے کشمیر

کو آزاد کروانے کا منصوبہ بنایا۔ اس وقت ان کی تعداد [illegible] تک پہنچ گئی تھی۔ انگریزوں کو اس واقعے کا علم ہوا تو انہوں نے ان کا راستہ روکنا چاہا۔ ڈپٹی کمشنر ہزارہ خود سپاہ کو لے کر ان کا راستہ روکنے کے لئے بڑھا اور ساتھ ہی اس علاقے کے لوگوں کو روپیہ پیسہ کا لالچ دے کر انہیں ختم کرنے کی ترغیب دی۔ ان مجاہدین کو جب راستے میں ان رکاوٹوں کا علم ہوا تو انہوں نے کوہستان کے ذریعے کشمیر پہنچنے کی ٹھانی۔ یہ انتہائی دشوار گزار راستہ تھا۔ جگہ جگہ بلند پہاڑوں اور تنگ ندی نالوں کے علاوہ انہیں ایسے علاقے سے گذرنا تھا جس کے بارے میں انہیں پہلے سے کوئی علم نہ تھا لیکن وہ اپنی جان پر کھیلتے ہوئے وادیٔ پالاس پہنچے۔ بدقسمتی سے یہاں وادی کے لوگوں نے ان پر حملہ کردیا لیکن ایک لیک دل ملا آڑے آیا اور یہاں سے ان کی جان بچ گئی۔ یہاں سے وہ کوہستان کی طرف ہولئے اور لولوسر جھیل کے کنارے پہنچے۔ اسی جگہ کو ان کی شہادت گاہ بننا تھا۔ یہاں پر کوہستانیوں اور سیدوں نے ان پر حملہ کردیا اور یہ سب کے سب یہیں شہید ہوگئے۔ مقامی زبان میں آج تک ان کے بارے میں اشعار مشہور ہیں۔ لولوسر جھیل سے نکلنے ہوئے نالے کو آج بھی پوربی کٹھ کہا جاتا ہے۔ اس رجمنٹ کو پوربی رجمنٹ کہا جاتا تھا۔ اور انہی کی یاد میں اس علاقے کے لوگوں نے اسے پوربی کٹھے کا نام دیا ہے (١)۔

کوہستانیوں نے اپنی تاریخ کے انتہائی بدنما داغ کو اس واقعہ کے پینتیس سال بعد دھو دیا۔ اس عرصے میں ایک نئی نسل پروان چڑھ چکی تھی۔ تقریباً ٣٠٠ مجاہدین نے جو کوہستان کے علاقے سے متعلق تھے چلاس کے مقام پر برطانوی چوکی پر حملہ کردیا۔ یہاں بڑے گھمسان کی جنگ ہوئی جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہاں پر ١٠٠ کے قریب مجاہدین شہید ہوئے۔

---

(١) سرگزشت مجاہدین: غلام رسول مہر، کتاب منزل لاہور

الائی اور دیگر قبائل

۱۸۶۸ء میں الائی کے لوگوں کی انگریزوں سے ایک معمولی سی جھڑپ ہوئی۔ انگریز اس علاقے کو فتح کرنے کی غرض سے اس علاقے کا تفصیلی معائینہ کر رہے تھے۔ مختلف سروے پارٹیاں ان علاقوں کے نقشے بنانے میں مشغول تھیں تاکہ آئندہ مہمات میں یہ نقشے ان کے کام آسکیں۔ ۱۸۶۸ء میں مسٹر اسکاٹ جو کہ سروے کا ایک افسر تھا اس علاقے کا سروے کر رہا تھا کہ الائی کے لوگوں نے اس پر حملہ کردیا۔ مسٹر اسکاٹ کسی طرح بچ نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔ ان پر انگریزوں نے پانچ سو روپیہ تاوان عائد کیا لیکن ان حریت پسندوں نے اس تاوان کو دینے سے انکار کر دیا اور انگریز ان سے کبھی بھی یہ تاوان وصول نہ کر سکے۔

الائی کے چیف ارسلہ خان نے کئی بار برطانوی علاقے میں چھاپے مارے۔ دو بار اس علاقے کی ناکہ بندی بھی ہوئی لیکن انگریز اپنی شرائط منوانے میں ناکام رہے۔ اس وقت افغان جنگ شروع تھی اس لئے انگریز اس علاقے میں بڑے پیمانے پر فوجیں نہیں بھیج سکتے تھے۔ ۱۸۸۸ء میں ہزارہ مہماتی فوج کی موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے جو دراصل کوہستان سیاہ کے علاقے کو زیر کرنے کے لئے آئی تھی، دوبارہ الائی کے لوگوں کو زیر کرنے کی کوشش کی گئی۔ انہیں خط بھیجے گئے کہ وہ اپنی اطاعت کا اظہار کریں اور ۶ ہزار پانچ سو بطور تاوان ادا کریں ان میں سے کوئی شرط بھی نہ مانی گئی۔ ارسلہ خان بدستور آزاد رہنے کا عزم کئے ہوئے تھے۔ میجر جنرل مکوئین ان کے مقابلے میں آیا۔ اس کی فوج نے اس علاقے میں جو کچھ کیا اس کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

۳۱ اکتوبر ۱۸۸۸ء کو کرنل سم اور کرنل مرے کی کمان میں دو کالموں نے اس علاقے کا رخ کیا۔ پہلا کالم چودہ سو جوانوں اور دو توپوں

پر مشتمل تھا اور دوسرا کالم ایک ہزار جوانوں اور ۰ توپوں پر مشتمل تھا۔ اس میں پانچویں گورکھا رجمنٹ، چوبیسویں پنجاب پیادہ رجمنٹ، سفوک رجمنٹ، رائل سسیکس، شمالی آئرش ڈویژن کا دستہ سکھ انفنٹری اور خیبر رائفلز کے جوان شامل تھے۔ انہوں نے غورا فر درے کا رخ کیا جبکہ باقیماندہ فوج میدان میں مقیم رہی۔ بریگیڈیر چیز پہلے کالم کے ہمراہ تھا جب کہ جنرل مکوئین بھکسیر کے مقام پر فوج سے آن ملا۔ میدان سے بھکسیر تک ۸ میل لمبی سڑک بنا لی گئی تھی۔ دن کے وقت بھکسیر سے جو ۲ ہزار فٹ کی زیادہ بلندی پر واقع تھا بریگیڈیر چیز نے غورافر درے کی اچھی طرح چھان بین کی مجاہدین بڑی تعداد میں غورافر درے پر قابض تھے۔

غورافر درے کا رستہ بے حد دشوار گزار تھا۔ مجاہدین نے فوجی اعتبار سے انتہائی اہم جگہ پر مورچے بنائے ہوئے تھے۔ اگر انگریز اپنے توپخانے کی مسلسل گولہ باری اور عددی کثرت کا استعمال نہ کرتے تو وہ ان مورچوں پر کبھی بھی قابض نہیں ہوسکتے تھے۔ اس جگہ پر سخت مزاحمت کے بعد انگریزوں کا قبضہ ہوگیا۔ اب بریگیڈیر چیز نے کاگے اوبا کے مقام پر پہنچنے کی کوشش کی۔ یہاں تک پہنچتے پہنچتے ۱۴ خچر چٹانوں سے گر کر مر چکے تھے۔ راستہ بے حد دشوار گذار تھا۔ ۳ نومبر کو الائی کے سب سے بڑے قصبے پوکل کو تباہ کرنے کی غرض سے ۸۰۰ جوانوں اور دو توپوں پر مشتمل ایک فوج روانہ ہوئی۔ راستے بھر مجاہدین نے جگہ جگہ شدید مزاحمت کی اور کافی تعداد میں مجاہدین شہید اور زخمی ہوئے۔ پورے گاؤں کو تباہ کر دیا گیا تھا۔ واپسی پر بھی مجاہدین نے مقابلہ کیا اور انگریز سپاہ کو کافی نقصان اٹھانا پڑا۔ پوکل کی تباہی کے باوجود ارسلہ خان نے ہتھیار نہیں ڈالے۔ عقاب کا نشیمن اجڑ چکا تھا لیکن عقاب بلندیوں پر بدستور پرواز کر رہا تھا۔ دیشی، نکری اور تندھیاز کے مختلف دستوں نے ۱۸۹۸ء خان آف اگرور کے اشارے پر اوگی میں واقع برطانوی پولیس چوکی پر حملہ کیا۔ اوگی کی یہ چوکی دفاعی اعتبار سے

خاصی محفوظ تھی اس کی حیثیت ایک چھوٹے قلعے کی سی تھی۔ آج بھی یہاں پولیس رہتی ہے۔ اسی سال میجر جنرل وائلڈ کی زیر قیادت ان علاقوں سے برطانوی فوج گزری اور اس نے یہاں سے تاوان بھی وصول کیا۔ ۱۸۸۸ء میں بریگیڈیر چیز نے کوہستان سیاہ کی مہم کے پانچویں کالم کے ساتھ اس علاقے کی چھان بین کی تھی لیکن بحیثیت مجموعی یہ علاقے برطانوی تسلط سے ہمیشہ آزاد رہے۔

کوہستان سیاہ

اکازئی اور حسن زئی قبائل کے افراد نے محکمہ نمک کے دو افسر کارن اور ٹاپ کو تربیلا کے قریب ہلاک کر دیا تھا۔ یہ علاقہ خان آوف اسب کی ملکیت سمجھا جاتا تھا۔ اس واقعے پر انگریزوں نے ۱۸۵۲ء کی مہم بھیجی۔ اس زمانے میں جہاں‌دادخان اسب کا خان تھا۔ اس موقع پر اس کی جواب طلبی کی اس نے حسن زئی قبیلے کے کچھ افراد کو گرفتار کرکے بطور یرغمال بھجوا دیا۔ اس پر حسن زئی قبائل نے جوابی کاروائی کی اور چمبری اور شنگلائی کے مقام پر واقع خان کے قلعوں پر قبضہ کرلیا۔ چونکہ اسب کا خان انگریزوں کا حلیف تھا اس لئے اس کی مدد کے لئے انگریزوں نے ایک مہم بھجوائی شیر گڑھ کے مقام پر پشاور کے کمشنر کرنل میکسن کی کمان میں تین کالموں پر مشتمل اس فوج میں ۱۰ توپیں بھی شامل تھیں۔ شنگلائی کا قلعہ مجاہدین سے واپس لے لیا گیا تھا۔ لیکن اسی اثناء میں کوہستان سیاہ کی بلندیوں پر حسن علی خان (جو کہ حسن زئیوں کا چیف تھا اور جس نے انگریزوں کے حلیف جہان داد کے قلعوں پر حملے کروائے تھے)، خود موجود تھا اور اس نے صلح اور سمجھوتے کی تمام پیش کشوں کو مسترد کر دیا۔ انگریزوں نے دایاں کالم کرنل لیمز (بعد میں لارڈ نیپئر اوف میگڈلا) کی کمان میں کنکلئی کی جانب بڑھایا، درمیانی کالم میجر ایبٹ (ڈپٹی کمشنر ہزارہ) کی کمان میں شنگلائی کے شمال

کی جانب سے ہوتا ہوا پنج گلی کی طرف بڑھا۔ بایاں کالم جس کی کمان کرنل میکیسن خود کر رہا تھا شوشنی سے بیل گلی کی جانب بڑھا۔

ان تمام کالموں کا مقصد حسن زئیوں کے گڑھ پنج گلی تک پہنچنا تھا۔ درمیانی کالم کو پنج گلی کے راستے میں ہی ۶۰۰ کے قریب مجاھدین کا سامنا کرنا پڑا۔ مجاھدین یہاں پر انگریزوں کے خلاف داد شجاعت دی اور بڑی بے جگری سے لڑے لیکن چونکہ انگریزوں کی فوج تعداد میں بہت زیادہ تھی اور اسے توپ خانے کی مدد بھی حاصل تھی اس لئے مجاھدین کو مجبوراً پنج گلی سے اوپر دوسری پوزیشن لینا پڑی۔ بائیں کالم کو پنج گلی سے نیچے ایک موڑ پر مجاھدین کی شدید فائرنگ کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کالم کی کمان کرنل میکسن خود کر رہا تھا اسے یہاں کافی دیر رکنا پڑا۔ کالم کا ایڈوانس رک چکا تھا۔ کرنل میکسن دائیں کالم کی آمد کا انتظار کر رہا تھا۔ دائیں کالم کو بھی شدید حملے کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا اور وہ بڑی مشکلوں سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ مجاھدین نے انہیں بار بار روکنے کی کوشش کی لیکن ہر بار سکھ رجمنٹ اور گائیڈ کے سوار آڑے آتے رہے۔ انگریزوں کے توپخانے نے بے تحاشا گولہ باری جاری رکھی جس کی وجہ سے مجاھدین کی تمام تر کوششیں ناکام رہیں۔ انہیں تین جانب سے حملہ درپیش تھا۔ جب انہیں محسوس ہوا کہ وہ گھیرے میں آ جائیں گے تو وہ تیزی سے پسپائی اختیار کرتے ہوئے پہاڑوں میں جا چھپے۔ رات ہو چکی تھی۔ اس اثناء میں تینوں کالم پہنچ گئے اور رات کو اسی چوٹی پر ٹھہرے رہے۔ دوسرے دن انگریزوں نے اپنی روایتی انتقامی کاروائیاں جاری رکھیں۔ انہیں مسلح حسن زئیوں کے مقابلے میں دوبارہ آنے کی ہمت نہ پڑی اور وہ حسن زئیوں کے تعاقب کی بجائے نہتے دیہاتیوں سے انتقام لینے لگے۔ ڈوگروں کی دو کمپنیوں نے حسن زئیوں کے تمام دیہاتوں کو مسمار کر دیا۔ دوسرے روز پھر لنی اور آبو کے درمیانی دیہاتوں کو غارت کیا اور اسی دن جہاں داد خان کی تناولی لیویز نے بارادر اور کوتکی کے درمیان دریائے سندھ

کے کنارے کنارے تمام دیہاتوں کو جلا دیا۔ ۱۸۶۳ء کا پہلا دن میجر ایبٹ نے (جسے ہزارہ گزیٹئر التہائی وحمدل اور منصف الںسان کی حیثیت سے پیش کرتا ہے) کوٹکی کے قصبے کو جلانے میں گذارا۔ ۱۸۶۸ء میں اوگی کے مقام پر چاغر زئی، اکازئی اور حسن زئی قبائل نے پولیس چوکی پر حملہ کیا اور کئی دنوں تک اسے گھیرے میں لئے رکھا۔ کرنل روتھنی جو اس پوسٹ کو بچانے کے لئے ایبٹ آباد سے یہاں پہنچا تھا کئی دلوں تک محصور رہا۔ اسی اثناء میں انگریزوں کو باہر سے کمک مل گئی جس کی مدد سے انہوں نے قبائل کے مجاھدین پر حملہ کردیا اس میں دونوں اطراف سے خاصا جانی نقصان ہوا۔ کرنل روتھنی خود اس حملے میں زخمی ہوا۔

انگریزوں کو صورت حال خاصی خراب ہوتی نظر آرہی تھی۔ قبائل کی روز افزوں کامیابیاں ان کا حوصلہ بڑھا رہی تھیں اور مجاھدین کی وہ تنظیم جسے انگریز مورخین ہندوستانی جانفروشوں کے نام سے یاد کرتے ہیں قبائل میں جہاد کی ایک نئی روح پھونک رہی تھی۔ یہ تنظیم قبائل میں رابطے اور تعلق کا کام کر رہی تھی اور مختلف حملوں میں اس کی حیثیت ہراول دستے کی ہوا کرتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ انگریز اس خطرے کو جو ان کی سرحدوں پر منڈلا رہا تھا ختم کرنے کے درپے تھے۔ بار بار مختلف مہمات بھیجی جاتی تھیں اور ان کی تعداد اور ان کی کمان سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ انگریز ان جانفروشوں سے کس درجہ خائف تھے۔

ستمبر ۱۸۶۸ء میں انگریزوں نے ایک خاصی بڑی فوج اکھٹی کر لی تھی۔ صرف اگرور کے مقام پر فوج کی نفری یہ تھی۔ ۱۶۶ افسر، ۸ ہزار جوان، ۸۱۱ گھوڑے اور ۲۴ توپیں۔ مانسہرہ اور ایبٹ آباد میں ۵ افسر، ۷۰۰ جوان اور ۱۵۰ گھوڑے تھے، کنہار اور پکھلی کی وادیوں میں ۱۲۰۰ جوان اور دو توپیں موجود تھیں یہ مہاراجہ کشمیر کی فوج تھی۔ لیویز اور پولیس کی تعداد ۱۲۰۰ تھی اور گھوڑوں کی تعداد ۹۹ تھی۔ دربند کے مقام پر ۳۰ افسر، ۱۰۹۳

جوان اور ۳۹۴ گھوڑے موجود تھے۔ کل تعداد ۲۰۰ افسر، ۱۲،۳۴۴ جوان ۴۲۶۳ گھوڑے اور ۲۲ توپیں تھی۔ یہ اعداد شمار انگریزوں کی تیاری کے ساتھ ساتھ مجاہدین کے رعب اور دبدبے کے بھی شاہد ھیں۔ میجر جنرل وائلڈ کی کمان میں اس فوج کے دو بریگیڈ تھے ایک بریگیڈیر برائٹ کی کمان میں تھا اور دوسرا بریگیڈیر واکن کے زیر کمان تھا۔

یہ بات ھمیں صاف نظر آتی ھے کہ اتنی بڑی فوج کا باقاعدہ مقابلہ کرنے کا سوال ھی پیدا نہیں ھوتا تھا۔ انگریزوں کے پاس بڑی تعداد میں توپخانہ اور رسالہ موجود تھا اور علاوہ ازیں نواب اوف امب کی لیویز بھی مقامی علاقے سے اچھی طرح واقف ھونے کی وجہ سے انگریزوں کی رھنمائی کر رھی تھی۔ مقابلے پر یہ قبائل تھے، چاغرزئی، پرپاری سید، تھاکوٹ کے سواتی اور دیشی۔ حسن زئیوں کو انگریزوں نے بہلا پھسلا کر اپنے ساتھ ملا لیا تھا علاوہ ازیں ان کے دیہاتوں کو جس بے رحمی سے تباہ کیا گیا تھا اس کی وجہ سے انہوں نے وقتی طور پر مصالحت ھی کو بہتر سمجھا۔

بریگیڈیر برائٹ جب مناکاڈنہ پہنچا تو اسکے حفاظتی دستوں پر شبخون مارا گیا دوسرا بریگیڈ اس کی مدد کے لئے پہنچا تو اسے بھی شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ بریگیڈیر برائٹ کو ھر حال میں چٹاہٹ کے پہنچنے کے احکامات ملے اسے راستے میں کافی جانی نقصان اٹھانا پڑا لیکن وہ چٹاہٹ پہنچنے میں کامیاب ھوگیا۔ چٹاہٹ تک دو پہاڑی توپخانے کی بیٹریاں بھی پہنچ گئی تھیں اور اس طرح یہ پوزیشن مستحکم ھوگئی تھی۔ اب یہاں سے پانچ میل دور مچھائی کی چوٹی تک پہنچے بغیر چٹاہٹ میں زیادہ دیر نہیں ٹھہرا جا سکتا تھا۔ مچھائی کی چوٹی اس علاقے کا اھم مقام تھا۔ مجاھدین نے اس مقام کو اور زیادہ مضبوط بنا رکھا تھا۔ پہاڑی توپخانے کی شدید گولہ باری اور انگریز سپاہ کی ھٹ دھرمی کے باوجود کئی دنوں تک یہ چوٹی انگریزوں کے قبضے میں نہیں

لیکن ۵ میل کا یہ ٹکڑا عبور کرنے میں انگریزوں کی اتنی بڑی فوج کو تین دن لگے۔ انگریزوں نے بالآخر اس پر قبضہ کرلیا۔ مختلف قبائل سے جھگڑی سے لڑتے رہے تھے لیکن اب انہیں خوف تھا کہ ان کے دیہات جلائے جائیں گے چنانچہ انہوں نے اطاعت کے لئے اپنے اپنے جرگے بھیج دیئے۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ یہ بھی ایک چال تھی کہ اپنی قوت کو ضائع ہونے سے بچا لیا جائے کیونکہ اگلے ہی سال مجاہدین اور قبائل نے اپنی تمام سرگرمیاں دوبارہ شروع کر دی تھیں۔ ۱۸۶۹ء میں یہ سرگرمیاں اتنی بڑھ گئی تھیں کہ انگریزوں نے شہتوت گاؤں کو جلانے کے علاوہ اکازئیوں کی وہ تمام زمینیں جو انگریزوں کے زیر انتظام تھیں ضبط کرلیں۔

۱۸۷۰ء میں بھی کوہستان سیاہ کے مجاہدین نے انگریزوں کے زیر انتظام دیہات پر چھاپے مارنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ سنبل بٹ اور بھولو جلا دئیے گئے۔ اسی طرح ۱۸۷۱ء میں بھی کونگو، گل ڈھیری اور بھولو پہ جو اگرور میں واقع ہیں اکازئیوں کے حملے جاری رہے۔ ۱۸۷۳ء میں نواب اوف امب کے علاقے میں (سابق خان اوف امب کو اب انگریزوں نے نواب کا خطاب دے دیا تھا۔ نواب نے انگریزوں کی مدد میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی) حملے کئے گئے جس کے نتیجے میں نواب کے علاقے کے پانچ افراد ہلاک اور ایک زخمی ہوا۔ اسی سال باراچھر کے گاؤں پر بھی حملہ ہوا۔ ۱۸۷۴ء میں بھی یہ حملے جاری رہے۔ ۱۸۷۵ء میں گاندھیاں پر حملہ ہوا اور خان اوف اگرور کے دو افراد اس حملے میں زخمی ہوئے۔ اس کے بعد کے کچھ سال امن و امان سے گذرے۔

۱۸۸۴ء میں اوگی سے چار میل کے فاصلے پر کوہستان سیاہ کی بلندیوں پر ۲ ہزار کی تعداد میں چاغرزئی اور اکازئی اکھٹے ہوئے اور انہوں نے اوگی کے قلعے پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ یہاں دو سو کے قریب فوج جمع تھی اسی اثناء میں لفٹیننٹ پیرٹ سکھ گورکھوں اور پولیس کی اڑھائی سو نفری کے

ساتھ پہنچا اور اور مقابلے کی تیاری شروع کر دی۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے مجاہدین اور قبائل کھلے میدان میں آمنے سامنے جنگ لڑنے کی بجائے گوریلا جنگ کے حربوں کو استعمال کیا کرتے تھے۔ اس غیر متوقع صورت حال کو دیکھ کر وہ واپس ہوگئے۔ ۱۸۸۰ء تک ان قبائل کی مکمل ناکہ بندی جاری رہی۔ اسی سال پریاری سید اور چاغرزئی دل ہار بیٹھے اور انہوں نے اطاعت قبول کی لیکن اکازئی زیادہ سخت جان تھے انہوں نے ۱۸۸۷ء تک چار سال کی مکمل ناکہ بندی کے باوجود اطاعت قبول نہیں کی۔

۱۸۸۸ء میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس کی وجہ سے انگریزوں کو ایک اور مہم بھجوانا پڑی۔ میجر بیٹی اور کیپٹن آرمسٹون اوگی کے قلعے سے ۷۰ افراد کے ہمراہ نکلے اور بار چھر چوٹی پر چڑھ کر قریبی علاقے کا معائینہ کرنے لگے۔ یہاں سے وہ چناہٹ کی سمت بڑھے لیکن راستے ہی میں اکازئیوں کے کچھ گوجر مزارعوں نے انہیں دیکھ لیا۔ مزارعوں نے گھات لگائی اور دونوں افسر اور ۱۰ دوسرے سپاہی موقع پر ہی ہلاک کر دئے گئے۔ خان خیل حسن زئی اور پریاری سید بھی فائرنگ کی آواز سن کر لپکے اور انہوں نے باقی پارٹی کا صفایا کرنا چاہا لیکن باقی پارٹی صوبیدار کشن بیر کی قیادت میں انگریز افسروں کی لاشوں کو لے کر جلدی سے نیچے اتر گئی۔

انگریزوں نے اس سے پہلے بھی جتنی مہمات بھیجیں وہ انگریز افسروں یا اہل کاروں کے جانی نقصان کا بدلہ لینے کے لئے بھیجی تھیں۔ ۱۸۵۲ء کی مہم محکمہ نمک کے دو انگریز افسروں کے قتل ہونے پر بھیجی گئی تھی۔ ۱۸۶۸ء کی مہم اس وقت بھیجی گئی جب لفٹننٹ کرنل روتھنی زخمی اور ۳۶ سپاہی ہلاک ہو گئے تھے۔ اسی طرح ۱۸۸۸ء کی مہم دو انگریز افسروں کے ہلاک کئے جانے پر بھجوائی گئی۔

میجر جنرل مکوئین کی کمان میں ہزارہ فیلڈ فورس کی تشکیل کی گئی

اس کا مقصد کوہستان سیاہ کے قبائل کو زیر کرنا تھا۔ اس فوج میں پہاڑی توپخانے کی بیٹریاں، انجینئرز کی ایک کمپنی اور ۱۳ برطانوی اور مقامی بٹالین شامل تھیں۔ فوج دو حصوں میں تقسیم کی گئی تھی ایک بریگیڈ کی قیادت بریگیڈیر جنرل جی، این چینز (وکٹوریہ کراس) کے سپرد تھی اور دوسرا بریگیڈیر گلبریتھ کے زیر کمان تھا۔ رسالے کی ایک رجمنٹ اور دو پیادہ بٹالینیں ریزرو میں رکھی گئیں تھیں۔ میجر محمد اسلم خان کی زیر کمان خیبر رائفلز کے تین سو سپاہی اور مہا راجہ کشمیر کی دو بٹالینیں اور دو توپیں اس کے علاوہ تھیں۔ یکم اکتوبر ۱۸۸۸ء تک یہ تمام فوج اوگی اور دربند میں دو حصوں میں تقسیم ہو کر پہنچ گئی تھی۔ اس تمام فوج میں ۲۷۰ افسر، ساڑھے بارہ ہزار جوان ۸۰۰ گھوڑے اور ۲۴ توپیں شامل تھیں۔

مختلف کالموں کو آگے بڑھنے کی ہدایات دی گئی تھیں۔ پہلے کالم کو سناکا ڈنہ سے ہوتے ہوئے چٹابٹ پہنچنا تھا اور سناکا ڈنہ پر کچھ تعداد حفاظتی مقاصد کے لئے رکھنا تھی تاکہ رسل و رسائل کے ذرائع منقطع نہ ہو جائیں۔ دوسرے کالم کوبارچھر کی چوٹی پر قبضہ کرنا تھا اور ایک رجمنٹ کو تیسرے کالم کے ساتھ ملنے کے لئے بھجوا دینا تھا۔ تیسرے کالم کو سنبل بٹ کے گاؤں پر قبضہ کرکے چٹا اور سنبل بٹ کے جنکشن پر ۲۴ پنجاب اور ۲ توپوں کو ساتھ لینا تھا۔ خیبر رائفلز کو اسی اثناء میں دوسرے اور تیسرے کالموں کے درمیان چجری کی چوٹی پر پہنچنا تھا جب کہ چوتھے کالم کو دریائے سندھ کے قریب کوتکئی کے گاؤں کے پاس پہنچنا تھا۔

معرکہ کوتکئی

چوتھا کالم کرنل کروک شینک کی قیادت میں ۴ اکتوبر کی صبح کو سات دن کا راشن ہمراہ لے کر چھمب سے آگے بڑھا۔ ہراول دستے نے شنگری کے دیہات پر قبضہ کرلیا۔ اور آگے بڑھا۔ تقریباً ایک میل کے رتیلے میدان کو

عبور کرنے کے بعد اس کالم کو ایک غیر متوقع صورت حال کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں بہت بڑی تعداد میں مجاہدین مقامی قبائل کے ہمراہ مورچے لگائے ہوئے تھے۔ توارا گاؤں اور دریائے سندھ کے درمیان کھلے میدان میں جھنڈے لئے ہوئے مجاہدین معرکے کے لئے تیار تھے۔ ان کی بڑی تعداد کوتکئی کے گاؤں تک ایک میل پہاڑی چٹان پر موجود تھی اور دوسرے مجاہدین چھوٹی چھوٹی لکڑیوں میں نالوں اور پہاڑ کی چوٹیوں اور کالم کے دائیں جانب موجود تھے۔ کئی اونچی جگہوں پر مضبوط مورچے بنے ہوئے تھے۔ دریائے سندھ کے دوسرے کنارے بھی کچھ نشانہ باز ۳ انچ دہانے کی چھوٹی توپوں کو لئے ہوئے بیٹھے تھے۔

مقابلہ شروع ہوگیا۔ انگریز فوج نے توپخانے اور مشین گن سے مسلسل فائرنگ شروع کر دی۔ رائل آئرش کے ایک دستے نے حملہ کر دیا۔ عین اسی موقع پر مجاہدین نے جو ایک قریبی نالے میں چھپے ہوئے تھے تلواروں سے حملہ کر دیا۔ یہاں گھمسان کا رن پڑا۔ مجاہدین نے شمشیر زنی کے جوہر دکھائے لیکن انگریزوں کی گیٹلنگ مشین کے فائر کی وجہ سے وہ تمام کے تمام شہید ہوگئے۔ صرف اس جگہ پر بعد میں ۸۸ لاشیں گنی گئیں۔ اس میں سے ۳۸ مجاہدین آزادی کی تھیں جنہیں انگریز وقائع نگاروں نے ہندوستانی جانبازوں کے نام سے یاد کیا ہے۔

دوسری طرف کوتکئی کے سامنے اور خود گاؤں پر مسلسل گولہ باری جاری تھی۔ چار گھنٹے کی مسلسل گولہ باری کے بعد گاؤں خالی ہوگیا۔ اس معرکے میں انگریزوں کو بھاری جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ کیپٹن بیلی غازیوں کے حملے کی وجہ سے ہلاک ہوا۔ ان تمام جنگوں میں غالباً یہ پہلا موقع تھا کہ مجاہدین نے ایک جگہ جم کر لڑائی کی اس وجہ سے معرکۂ کوتکئی اس دور کی تمام مہمات میں خاصی اہمیت کا حامل ہے۔

۴ سے ۹ اکتوبر تک کوتکئی کے مقام سے مختلف جگہوں کا معائنہ کیا جاتا

رہا۔ ۵ کو کرنل گروک شینک کنہار کی جانب معائنہ کے لئے گیا تھا کہ وہ کسی مجاہد کے ہاتھوں ہلاک ہوگیا۔ ۸ کو انگریزوں نے کنہار پر قبضہ کر لیا ۹ و ۱۰ اکتوبر جنرل کوٹکئی اور کنہار کے درمیانی راستے کو بہتر بنانے میں گذرا۔ ۱۱ کو دیکھ بھال کے لئے ایک دستہ جا رہا تھا کہ اس پر مجاہدین نے حملہ کر دیا۔ یہاں انگریزوں کے دو سپاہی زخمی ہوئے۔ ۱۲ کو یہ کالم غازی کوٹ پہنچ گیا۔ رائل آئرش اور بریگیڈ ہیڈ کوارٹرز کنہار مقیم رہے اور یہاں سے چنج گلی کے مقام پر اوگی فورس کے ساتھ رسل و رسائل کا رابطہ قائم کیا گیا۔

اگلے روز بریگیڈیر جنرل گالبرائیتھ نے کالم کے ساتھ دریا عبور کیا اور مجاہدین کی آبادی اور سیدان گاؤں میں واقعہ قلعہ کو تباہ کر دیا۔ اس کے علاوہ حسن زئیوں کے گاؤں گڑھی اور بکرائی کو بھی تباہ کر دیا گیا۔ ۲۹ اکتوبر کو کوتکئی کو بھی تباہ کر دیا گیا۔ اسی جگہ پر مشہور معرکہ کوتکئی پیش آیا تھا۔

اگرور کا کالم کرنل سم کی کمان میں منصوبے کے مطابق سنا کا ڈنہ پہنچا راستے میں اسے معمولی مزاحمت پیش آئی لیکن رات کو شبخون پڑا اور انگریزوں کے دو سپاہی زخمی اور ایک ہلاک ہوگیا۔ دوپہر کے قریب پھر تلواروں سے حملہ ہوا اور دست بدست لڑائی میں پانچ افراد شدید زخمی کر دئے گئے۔ اسی رات انگریزوں کے سترہ خچر بھی مجاہدین کے ہاتھ لگے۔

دوسرا کالم کرنل گریڈی، بریگیڈیر جنرل چیز اور پہلے بریگیڈ کے ہیڈ کوارٹر کے ہمراہ بارچھر کی چوٹی پر پہنچنے کے لئے پیش قدمی کر رہا تھا۔ یہ بارچھر کے دیہات تک پہنچ گیا۔ تیسرے کالم کے ہمراہ میجر جنرل مکوئین اور کرنل سندرلینڈ تھا۔ یہ کالم بھی سنبل بٹ تک پہنچ گیا۔ اسی روز پہاڑی توپخانے کی دو بیٹریاں اور ۳۲ پنجاب بھی پہنچ گئی۔ خیبر رائفلز سنبل بٹ کے دامن میں موجود رہی۔ الغرض تمام کالم اپنی معینہ جگہ پر پہنچ گئے تھے۔

پہلا کالم جب چناپٹ کی طرف روانہ ہوا تو مجاہدین نے درختوں کی آڑ لیتے ہوئے ان پر گولیوں کی بوچھاڑ کردی۔ کئی سپاہی زخمی ہوئے لیکن کالم چناپٹ پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ یہاں بہت کم پانی مل سکا۔ دوسرے کالم کو بھی پاسپورگلی پہنچنے تک خاصی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن ان کا جانی نقصان زیادہ نہیں ہوا اور یہ کالم پاسپور گلی کے جنوب میں پہنچ گیا۔ تیسرا کالم رنمل پہنچ گیا اور یہاں خاصی تعداد میں مجاہدین نے کالم پر حملہ کرکے دس سپاہیوں کو ہلاک اور زخمی کر دیا۔ اب کالم کو سیری پہنچنے کی کوشش کو ترک کرکے واپس پلٹنا پڑا۔ پسپائی کے دوران مزید ۴ سپاہی ہلاک ہوگئے ایک اور شخص کو خیمے میں شبخون مار کر شدید زخمی کر دیا گیا۔ دوسرے کالم کا ایک حصہ سری پہنچنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ اب قریبی دیہاتوں کی تباہی کا آغاز ہوا اور ۱۳ دن تک مسلسل یہ سلسلہ جاری رہا۔ کالموں پر حملے مسلسل جاری تھے۔ اور پسپائی کے وقت جنگل میں سے گذرتے ہوئے مجاہدین حملہ کرکے اکا دکا سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتارتے رہے۔

انگریزوں کو یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ اس علاقے میں زیادہ عرصے تک ٹھہرنا ممکن نہیں یہی وجہ ہے کہ یہ فورس اس علاقے میں ایک ماہ سے بھی کم عرصے قیام کے بعد واپس ہو گئی۔ اس میں شک نہیں کہ کئی دیہاتوں کو تباہ کر دیا گیا تھا لیکن یہاں یہ بات بھولنا نہیں چاہئے کہ دیہات کے تمام لوگ بیوی بچوں سمیت اونچے پہاڑوں پر محفوظ مقامات پر پہنچ جایا کرتے تھے۔ مٹی کے بنے ہوئے کچے گھروں کو آگ لگا دینے یا تباہ کر دینے سے انگریزوں کو کسی طرح کی کامیابی نصیب نہیں ہو سکتی تھی۔ یہ ظلم قبائل کے دلوں میں انگریزوں کے خلاف نفرت کو دو چند کر دیتا تھا اور اس کا انتقام انگریزوں کے زیر انتظام علاقے میں واقع دیہاتوں کو تباہ کرکے یا انگریزوں کو جان سے

مار کر لے لیا جاتا تھا ۔ انگریز اس علاقے میں مداخلت نہ کرتے تو بھی وہ امن چین سے نہیں رہ سکتے تھے ۔ اور مداخلت کی صورت میں بھی انہیں خاصے جانی نقصانات اٹھانے پڑتے تھے ۔ کوہستان سیاہ کی ۱۸۸۸ء کی مہم کے دوران انگریزوں کے دو افسر اور ۲۰ سپاہی ہلاک، تین افسر اور ۵۶ سپاہی زخمی تھے۔ ہوئے یاد رہے کہ یہ مہم صرف ایک ماہ جاری رہی تھی ۔

اس مہم کے نتائج کے بارے میں انگریز فوجی مورخین کا بیان یہ ہے کہ ''قبائل سے یہ وعدہ لے لیا گیا کہ وہ انگریز افسروں اور سپاہیوں کو کوہستان سیاہ کی چوٹیوں تک جانے دیں گے اور انہیں نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ اس طرح کوہستان سیاہ تک برطانوی عملداری کو تسلیم کر لیا گیا تھا،، لیکن یہی مورخ لکھتے ہیں کہ ایک سال بعد ہی جب جنرل مکوئین اور اس کے ہمراہ ایک ہزار سپاہ اوگی سے بار چھر کی چوٹی پر پہنچے تو انہیں شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا ۔ قبائل بہت بڑی تعداد میں جمع ہوگئے تھے۔ اور جب انگریزوں نے ایلچی بھیجے تو ان کے ہاتھوں یہ پیغام ملا کہ خیریت اسی میں ہے کہ واپس ہولیں ۔ انگریز مورخ یہ لکھتا ہے کہ سپاہ آہستہ آہستہ پسپا ہوگئی ۔ (Leisurely Withdrawn) لیکن یہ سپاہ جنرل مکوئین کے ساتھ جس شکست خوردہ انداز میں واپس ہوئی ہوگی اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے ۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۸۸۸ء کی مہم قطعی طور پر ناکام ہو چکی تھی اور مجاہدین بدستور کوہستان سیاہ پر ڈٹے ہوئے تھے ۔

۱۸۹۱ء کی مہم

۱۸۹۰ء اکتوبر کے آخری ہفتے میں جنرل مکوئین کو ایک ہزار کے لشکر کے باوجود کوہستان سیاہ سے اترنے پر مجبور کر دیا گیا تھا ۔ یہ پسپائی ایک کھلی ہوئی شکست تھی ۔ اسی کا بدلہ لینے کے لئے حسن زئیوں اور اکازئیوں کے علاقے میں ایک اور مہم بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا ۔ اب جنوری ۱۸۹۱ء

میں میجر جنرل ایلیز کی کمان میں ہزارہ فیلڈ فورس کی تشکیل کی گئی۔

پچھلے تجربات کے پیش نظر اس بار دریائے سندھ کے کنارے کنارے فوج بھیجنے کا منصوبہ بنایا گیا۔ دریائے سندھ کے کنارے حسن زئیوں اور اکا زئیوں کی زرخیز زمینیں اور بڑے بڑے دیہات واقع تھے۔ اس لئے بھی یہ اقدام بہتر سمجھا گیا۔ مزید برآں کوہستان سیاہ کے جنگل انگریزی فوج کا مقتل بننے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ گھنے درختوں کی اوٹ سے مجاہدین نکل کر پہلے بھی انگریزوں کو نقصانات پہنچاتے رہے تھے۔ اس لئے اس علاقے سے گریز ہی مناسب سمجھا گیا۔

یہ طے کیا گیا کہ اوگی میں تھوڑی فوج مقیم رہے اور فوج کی زیادہ تعداد دربند سے دو کالموں میں روانہ ہو۔ ایک کالم بارادر اور پیلم سے ہوتا ہوا ٹلی کی طرف بڑھے اور دوسرا دریا کےساتھ ساتھ کوتکئی اور کنہار سے ہوتا ہوا جائے۔ ۸ مارچ کو میجر جنرل ایلیز دربند پہنچا اور ۱۰ کو تمام فوج یہاں سے چلنے کے لئے تیار ہوگئی۔ فوج کے دو بریگیڈ بنائے گئے ایک بریگیڈیر ولیم سن اور دوسرا بریگیڈیر جنرل ہیمنڈ (وکٹوریہ کراس) کے زیر کمان تھا۔ دریائی کالم میں جس کی کمان بریگیڈیر جنرل ولیم‌سن کے پاس تھی ۶۰ برطانوی افسر، ۳۱۰۶ سپاہی اور ۶ توپیں تھیں۔ ٹلی کالم میں جس کی کمان بریگیڈیر جنرل ہیمنڈ کے پاس تھی ۱۰ برطانوی افسر، ۲۷۴۸ سپاہی اور ۶ توپیں تھیں۔ ڈویژنل ہیڈکوارٹر کا دستہ جس میں ۶ افسر اور ۳۳۳ سپاہی تھے دریائی کالم کے ساتھ روانہ کر دئے گئے۔ اسی طرح اوگی کے مقام پر ۱۳ افسر، ۸۸۳ سپاہی اور تین توپیں موجود تھیں۔ کل فوج ۱۰۰ افسروں ۷ ہزار سے زائد سپاہیوں اور ۱۵ توپوں پر مشتمل تھی۔ اس کے علاوہ سڑک بنانے کے لئے دو سو قلیوں کا ایک دستہ بھی موجود تھا۔

۱۲ مارچ کو ٹلی کالم دربند سے روانہ ہوا اور پیلم پہنچ گیا۔ اسی طرح

درمیانی کالم جس کے ہمراہ جنرل ایبٹ اور ڈویژنل ہیڈ کوارٹر تھا کوتکئی کے مقام پر پہنچ گیا۔ دایاں کالم ۱۳ کو ٹلی پہنچ گیا جبکہ درمیانی کالم کوتکئی ہی میں رکا رہا اور اس اثناء میں قریبی علاقے کا تفصیلی معائینہ کیا جاتا رہا۔ میدان (دائیں کنارے پر ہندوستانی جانبازوں کی بستی جسے تباہ کیا جا چکا تھا)، کنہار، غازی کوٹ، مکرانئی، رل اور پلوسی کے دیہاتوں کے معائینے کے دوران جگہ جگہ حملے ہوتے رہے لیکن انگریزی فوج کا زیادہ جانی نقصان نہیں ہوا۔ چھوٹی چھوٹی جھڑپوں کے علاوہ بڑے پیمانے پر حملہ نہیں ہوا۔ دائیں کالم کو اسی اثناء میں دریا کے دوسری جانب رسد پہنچانے میں خاصی دقت پیش آرہی تھی۔ اس لئے اس کالم کو نیچے لایا گیا۔ ۱۶ کو کوتکئی کے مقام پر کشتیوں کا پل تیار ہو چکا تھا اور پلوسی تک سڑک بھی بن چکی تھی۔ لیکن بے حد بارشوں کی وجہ سے کالم کوتکئی ہی میں رکا رہا۔ اس کے دو دستے غازی کوٹ اور کنہار کے مقام پر مقیم تھے۔

۱۹ مارچ کی صبح کو غازی کوٹ کی چوکی پر مجاہدین نے بھرپور حملہ کر دیا۔ مجاہدین تلواریں سونت کر حملہ آور ہوئے تھے۔ اور کچھ ہی دیر میں انہوں نے چوکی اور گاؤں کے درمیان ایک اہم جگہ پر قبضہ کر لیا۔ یہاں دست بدست مقابلہ ہوتا رہا۔ کنہار سے کمک پہنچ جانے کی وجہ سے مجاہدین کو نقصان اٹھانا پڑا۔ اس جگہ ۳۰ مجاہدین شہید ہوئے۔ لاشوں کی شناخت پر پتہ چلا کہ ان میں سے ۲۲ مجاہدین ہندی جانباز تھے۔ وہ خون جو بالاکوٹ میں بہا تھا، پچاس سال گذرنے کے بعد بھی بہہ رہا تھا۔ بنگال اور پٹنہ غرض تمام شمالی وسطی ہندوستان کے مختلف علاقوں سے آئے ہوئے مجاہد اپنے گھروں سے ہزاروں میل دور جذبۂ جہاد اور شوق شہادت سے معمور اپنی جان کے نذرانے پیش کر رہے تھے۔

ان گمنام شہیدوں کے بارے میں تاریخ اس سے زیادہ کچھ نہیں بتاتی

کہ وہ شہید ہوگئے۔ لیکن کیا عقل نے جن اعداد ان شہیدوں کے ان روشن کارناموں کا سراغ جن سکتے ہیں۔ وہ اپنے مقصود کو پانے میں کامیاب ہوگئے

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

وہ کہکشاں کی مانند تھے۔ جو صبح آزادی طلوع ہوتے ہی نظروں سے اوجھل ہوگئی لیکن صبح آزادی کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے والوں نے کبھی سوچا بھی ہے کہ یہ صبح ''خون صد ہزار انجم سے،، طلوع ہوئی ہے۔

اسی رات مجاہدین نے کنہار کے مقام پر شب خون مارا اور انگریزوں کی فوج کے تین سپاہی زخمی ہوئے۔ ۲۰ کو دریائی کالم پیرزادہ بیلا کی طرف بڑھا اور ۲۱ کو بلوسی کے مقام پر دریائی کالم نے حفاظتی انتظامات کئے۔ اسی دن دایاں کالم رل پہنچا اور ۲۲ اور ۲۳ کو سری کو تباہ کرنے کے بعد واپس ٹلی پہنچ گیا۔ یہاں سے یہ کالم دریائی کالم کے ساتھ شامل ہوگیا اس کے کچھ دستے رل ٹلی اور سکراتئی میں رہنے دئے گئے۔ ۲۳ کو انگریزوں نے بڑی مشکل سے بلوسی اور بکرائی کے درمیان عارضی پل بنایا۔ مجاہدین کی خاصی بڑی تعداد چوٹیوں پر جمع ہو چکی تھی اور بکرائی کے اوپر مجاہدین اور سکھ رجمنٹ کی آپس میں کئی جھڑپیں ہوئیں۔ چونکہ مجاہدین نے جس جگہ مورچہ بندی کی تھی اس کی وجہ سے دریا کے دوسری جانب نقل و حرکت کرنا خاصا مشکل ہوگیا تھا اس لئے انگریزوں نے مجاہدین کے مقابلے کے لئے رسالے کو بھیجا۔ اس لڑائی میں ایک افسر شدید زخمی اور ۴ سپاہی ہلاک ہوگئے۔

۲۴ کو بریگیڈیر جنرل ہیمنڈ اپنے بریگیڈ کے ہمراہ شال نالے کی طرف بڑھا اور دربانلتی کے مقام پر قبضہ کر لیا۔ یہاں بھی انگریزوں کو شدید نقصانات کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک افسر ہلاک اور کئی سپاہی زخمی ہوئے۔ اس وقت جنگ صورت حال کافی نازک ہو چکی تھی۔ حکومت نے جنرل ایلوٹ کی درخواست پر علاوہ بریگیڈ کو بھی راولپنڈی سے ہری پور کے راستے آگے بڑھانے

کے احکامات بھجوا دئے تھے۔ یہ بریگیڈ بریگیڈیر جنرل لوکہاوٹ کی کمان میں تھا۔ ۲۰ کی صبح پلوسی کے جنوب مغرب میں واقع میروبی پر حملہ ہوا۔ ۲۷ کو بریگیڈیر ہیمنڈ نے مجاہدین پر سرمل کے مقام پر حملہ کیا یہاں گھمسان کی جنگ ہوئی اور انگریزوں کو خاصے نقصانات اٹھانے پڑے۔

اسی اثناء میں پلوسی کے شمال مغرب میں پیاس کے مقام پر بنیر کے قبائل بڑی تعداد میں جمع ہو چکے تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ مجاہدین کو راولپنڈی سے محفوظ بریگیڈ کی آمد کی پیشگی اطلاع مل چکی تھی اور اسی لئے انھوں نے بنیر والوں کی امداد طلب کر لی تھی۔ دریائے سندھ کی وادی میں بھی قبائل خاصی تعداد میں اکھٹے ہو رہے تھے۔ اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے انگریزوں نے ایک طرف محفوظ بریگیڈ کو دربند پہنچا دیا اور دوسری طرف مردان میں چھاؤنی کی نفری کو زیادہ بڑھا دیا تاکہ بنیر والوں کی طرف سے اس طرف سے حملہ نہ کیا جا سکے۔ بنیر والا لشکر سوات کے اخوند زادہ میاں گل کے احکامات پر سامنے آیا تھا۔ پشاور کے کمشنر اور اخوند زادہ گل کے درمیان خط و کتابت ہوئی اور نا معلوم وجوہ سے یہ لشکر ۴ اپریل کو واپس ہوگیا۔ یہ خط و کتابت کیا تھی اس بارے میں لاعلمی کی وجہ سے کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن تاریخ کے اس سربستہ راز سے ممکن ہے کہ مستقبل کا کوئی مورخ پردہ اٹھا سکے۔ امبیلا میں ۱۸۶۳ء میں بھی اسی طرح کی صورت حال پیش آئی تھی کہ بنیر کا لشکر واپس چلا گیا تھا۔ تقریباً تیس سال بعد پھر اسی طرح کی صورت حال پیش آ رہی تھی۔ تاریخ ہمیں یہ ضرور بتاتی ہے کہ جب مجاہدین آزادی زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھے اور انگریزوں کے خلاف ایک خون ریز جنگ میں مصروف تھے تو سوات کے اخوند اور اخوند زادے نے ان کی کوئی مدد نہیں کی۔ تاریخ کی اس بے رحم گواہی کی تاویل چاہے جو بھی چاہے کی جائے لیکن کوئی بھی مورخ اس سے صرف نظر نہیں کر سکتا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اگر اخوندزادہ گل میاں بنیر کے اس لشکر کو

لے کر پہنچ جاتا تو صورت حال کتنی مختلف ہوتی۔ تاریخ خاصی بے رحم واقع ہوئی ہے اس میں ماضی شرطیہ یا ماضی تمنائی کی کوئی گنجائش نہیں۔ صورت جو بھی پیش آئی وہ آپ کے سامنے ہے۔ محفوظ بریگیڈ ۷ اپریل کو میرن زئی کے مقام پر خطرناک صورت حال کی وجہ سے دربند سے کوہاٹ چلا گیا۔ جبکہ ۴ اپریل کو بنیر کے قبائل اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے تھے۔ یہ خاصے معنی خیز واقعات ہیں۔

۸ اپریل کو دریائے سندھ کے دائیں کنارے سے تمام فوج بائیں کنارے پر منتقل ہو چکی تھی۔ دائیں کنارے پر مجاهدین کا زور خاصا بڑھ چکا تھا اور یہاں زیادہ عرصہ قیام خطرے سے خالی نہیں تھا۔ ۱۰ اپریل کو کشتیوں کا پل توڑ دیا گیا تھا اور فوج دربند سے اوگی منتقل کرنے کا فیصلہ کیا جا چکا تھا۔ ۲۴ اپریل تک دربند خالی کیا جا چکا تھا۔ پہلی جون تک پہلا بریگیڈ لمل اور دوسرا بریگیڈ سیری منتقل ہو چکا تھا۔ دربانائی، کان، دلیاری، رل، کنگر، سیرا اور سرمل کی تمام چوکیاں خالی کی جا چکی تھیں۔ ۱۱ جون کو اس فوج کی واپسی کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں اور ۱۶ جون کو ہزارہ فیلڈ فورس کا خاصا بڑا حصہ واپس ہو گیا تھا۔ اس طرح ۱۸۹۱ء کی یہ مہم بھی کوئی قابل ذکر کامیابی حاصل کئے بغیر واپس ہوگئی۔ حسن زئیوں کو مجبور کیا گیا تھا کہ وہ ہاشم علی خان کی جگہ ان کے چچیرے بھائی ابراهیم خان کو منتخب کرلیں۔ لیکن ابراهیم خان کو ۱۹۰۵ء میں قبیلے ہی کے لوگوں نے ختم کردیا۔ اس طرح انگریزوں کے پروردہ شخص کا خاتمہ ہوگیا۔ ہاشم علی انگریزوں کے قابو نہیں آسکا۔ ۱۹۰۹ء تک کی ملٹری رپورٹ اسے مفرور کی حیثیت سے پیش کرتی ہے۔ جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ بدستور جدو جہد آزادی میں مشغول رہا۔

انگریز یہ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ وہ قبائل کو آپس میں لڑائے بغیر ان پر کسی طرح قابو نہیں پا سکتے۔ انھوں نے یہاں بھی تقسیم کرو اور حکومت

کرو کی پالیسی پر عمل کیا۔ مختلف قبائل آنے والے سالوں میں ایک دوسرے سے لڑ کر اپنی طاقت ضائع کرتے رہے اور انگریز اس علاقے سے پیش آمدہ خطرات سے محفوظ ہوگیا۔ مجاہدین کے اخلاف میں سے آج بھی دریائے سندھ کے کنارے کئی دیہاتوں میں لوگ آباد ہیں۔ وہ معاشی اعتبار سے آج بھی اسی طرح خستہ حال ہیں لیکن ان میں گذشتہ دنوں کی موہوم سی یادیں اب بھی باقی ہیں۔ انگریز اپنے لشکروں سمیت اس سرزمین سے رخصت ہو چکا ہے۔ وہ ان سرفروش مجاہدوں کو کبھی بھی تسخیر نہیں کر سکا۔ مستقبل کے پردے میں کیا کچھ ہے اسے کون جانتا ہے۔ شاید کہ ماضی کے ان اسباق سے مستقبل کی تعمیر کا کچھ سامان ہو سکے۔

BIBLIOGRAPHY

Adye, Col. John
Sithana-A Mountain Campaign on the Border of Afghanistan

Aitchison, C.U.
A Collection of Treaties, Engagements and Sanads, Vol. XI

Hunter, W.W.
The Indian Musalmans, 3rd edn.

India, Government of
Report on the Administration of the Punjab and its Dependencies for 1888-89

Khan, Muinuddin
Selection from Bengal Government Records on Wahabi Trials

Paget, W.H. and Mason
A Record of Expendition against North Frontier Tribes since the Annexation of Punjab

Pakistan Historical Society
History of Freedom Movement, Vol. II

Roberts, Field Marshal Lord
Forty one Year in India, Vol. II

Simla. Major Gen. Mequeen
Black Mountain Expedition

Sir Syed Ahmad Khan
Our Review on Dr. Hunter's "Indian Musalmans," translated by Iqbal Academy

Vaughan, Gen. Sir Luther
My Services in the Inbian Army and After

Watson, D.
Gazetteer of the Hazara District, 1907

Wylly, Col. H.C.
From Block Mountain to Waziristan

Young, H H.
Regimental History of the 13th Frontier Force Rifles, 1849-1926

غلام رسول مہر سرگذشت مجاہدین کتاب منزل لاہور ۱۹۵۳ء

مولوی محمد میاں علمائے ہند کا شاندار ماضی جلد دوئم

مسعود عالم ندوی ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک حیدر آباد دکن ۱۳۷۱ھ

تاریخ ہزارہ ایڈورڈ جارج ولیس و محمد اعظم بیگ ۱۹۷۳ء

یوسف‌زئی افغان اللہ بخش یوسفی ۱۹۶۰ء